

عورت کی حکمرانی قرآن و سنت کی روشنی میں

مولانا گوہر رحمن صاحب - مردان

(۲)

عورت کی حکمرانی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی روشنی میں

پاکستان کے دستور کی دفعہ ۹۱ (۲) میں تو وزیر اعظم کے لیے مرد ہونے کی تصریح نہیں کی گئی لیکن دفعہ ۲ میں اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے اور دفعہ ۲ (الف) میں قرارداد مقاصد کے اصول کو دستور کا مستقل اور موثر حصہ قرار دیا گیا ہے اور قرارداد مقاصد میں کہا گیا ہے کہ:

”جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں کو جس

طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پوری طور پر ملحوظ رکھا جائے گا۔“

جب اسلام ریاست کا سرکاری مذہب ہے اور مساوات کی اسلامی تشریح کو ملحوظ رکھنا

لازمی ہے تو اس کا تقاضا یہی ہے کہ عورت حکمران نہیں بن سکتی۔ اس لیے کہ اسلام کے احکام اس کی اجازت نہیں دیتے۔ دفعہ ۹۱ میں یہ تصریح تو نہیں کی گئی کہ عورت بھی وزیر اعظم بن سکتی ہے

لیکن دفعہ ۲ اور دفعہ ۲ (الف) میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ اسلام سرکاری مذہب ہے اور جمہوریت و مساوات

کی اسلامی تشریح کو ملحوظ رکھنا لازم ہے تو ان دونوں دفعات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر پڑھتے

سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وزیر اعظم کا مرد ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح دفعہ ۲۲ اور دفعہ ۹۱ (۳) کی رو سے صدر اور وزیر اعظم دونوں کے حلف ناموں

میں یہ بات شامل ہے کہ میں قرآن پاک اور سنت کی جملہ تعلیمات و مقتضیات پر ایمان رکھتا ہوں۔“

قرآن و سنت کی نڈ سے تو عورت صدر یا وزیر اعظم نہیں بن سکتی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جو خاتون وزیر اعظم کا حلف اٹھاتی ہے تو وہ خود اپنے حلف کے الفاظ کی خلاف ورزی کرتی ہے اس کے علاوہ دستور کے سرکاری طور پر شائع کردہ اردو ترجمے میں مذکر کا صیغہ آیا ہے۔ اس سے بھی یہی تشریح ہوتا ہے کہ دستور بنانے والوں کے ذہن میں عورت کو وزیر اعظم بنانے کا خیال موجود ہی نہیں تھا۔ ۱۹۵۶ء کے دستور میں اور تمام مکاتب فکر کے علماء کے مرتب کردہ ۲۲ نکات میں بھی سربراہ حکومت اور سربراہ ریاست کے لیے مرد ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

شبہات اور ان کا ازالہ

کچھ صحافیوں نے اس دینی مسئلے کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ شبہات دراصل مغربی جمہوریت کے وہ جراثیم ہیں جو ہمارے معاشرے میں پھیل چکے ہیں۔ ان شبہات اور غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے تاکہ متلاشیان حق کا ذہن صاف ہو جائے۔ درج ذیل سطور میں ممکنہ شبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

۱۔ مرد و زن کی مساوات کو سند جواز بنانا

آج کل سب سے بڑا نعرہ یہ لگایا جا رہا ہے کہ مرد اور عورت دونوں ہر لحاظ سے برابر ہیں اور اس مساوات کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اور عورت حکمرانی کرنے کے حق میں بھی مساوی ہوں۔

جواب

مرد اور عورت انسانی کرامت اور بنیادی حقوق میں تو برابر ہیں لیکن ذمہ داریوں اور صلاحیتوں میں دونوں برابر نہیں ہیں۔ عورت پر یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ سیاست البیت کے ساتھ اس پر سیاست المدین کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ورنہ دونوں کے تقاضے پورے کرنا مشکل ہو جاتا۔ حکومت کرنا ایک حق نہیں ہے بلکہ ایک ڈیوٹی ہے اور ایک فرض ہے جو دوسری گھر بیوہ ذمہ داریوں کی وجہ سے عورت پر نہیں ڈالا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بوجھ کم کرنا حق تلفی نہیں ہے اور اس بوجھ کی کمی پر احتجاج کرنا دانشمندی نہیں ہے، بلکہ دیوانگی کی علامت ہے۔ عورت

پر صحت مند ہوں، ان شرائط کی تفصیل اور دلائل گذشتہ سطور میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اگر ان آیات کے عموم سے عورت کی حکمرانی کا جواز ثابت ہوتا ہے تو پھر ان سے یہ بھی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ان پڑھ، لاعلم، فاسق و فاجر اور جسمانی طور پر معذور شخص بھی حکمرانی کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ آیات کے عموم میں تو یہ بھی شامل ہے۔ قرآن کی تفسیر دوسری آیات اور احادیث کی روشنی میں کرنی چاہیے۔ جب دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا ہے کہ ”مرد حکمران ہیں عورتوں پر“ و مردوں کو صلاحیتوں میں فوقیت حاصل ہے۔ اور ”عورتوں کا دائرہ کار گھر ہے“ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ حکمرانی کرنا مردوں کی ذمہ داری ہے اور عورتیں اس ڈیوٹی سے سبکدوش کر دی گئی ہیں قرآن واضح آیات و احادیث کو نظر انداز کر کے امارت و خلافت سے متعلق آیات و احادیث کے عموم کو عورت کی حکمرانی کے لیے جواز کی دلیل بنانا غلط فہمی ہے یا پھر دانستہ طور پر فتنہ انگیزی ہے، استدلال نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شورائی اور جمہوری حکومت پوری قوم کی حکومت ہوتی ہے اس لیے کہ یہ قوم کی رائے سے بنتی ہے اور پوری قوم اس سے استفادہ کرتی ہے۔ لیکن عملاً حکومت کا نظم و نسق چلانے کی ذمہ داری پوری کرنے والے حکمران کے لیے اہلیت کا ایک معیار مقرر ہوتا ہے اور قوم اس معیار پر پورا اترنے والے شخص ہی کو اپنا سربراہ بنا تی ہے۔ اسلامی نظام میں سربراہی کے لیے مرد ہونا بھی ایک شرط ہے۔

۳۔ ملکہ بلقیس کی حکومت کو سند جواز بنانا

محترم بے نظیر کے کچھ وکلاء کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں قوم سبا پر ملکہ بلقیس کی حکمرانی کا ذکر آیا ہے۔ جو عورت کی حکمرانی کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

جواب

ان وکیلوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے تھا کہ قرآن کریم میں ملکہ بلقیس کی حکومت کا ذکر تو آیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے مشرک ہونے کا ذکر بھی تو آیا ہے (نمل آیت ۲۴) اگر اس آیت سے عورت کی حکمرانی کا جواز ثابت ہو سکتا ہے تو پھر اس سے مشرک عورت کی

حکمرانی بھی ثابت کی جاسکتی ہے۔ نیز یہ بھی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ موروثی بادشاہت بھی اسلام میں جائز ہے اس لیے کہ بلقیس کی یہ حکومت موروثی بادشاہت کے اصول پر قائم ہوئی تھی، عوام کی رائے سے قائم نہیں ہوئی تھی۔ قرآن کریم میں مشرک بادشاہوں کی بادشاہتوں کا ذکر اس لیے نہیں ہوا کہ مسلمان انہیں نمونہ عمل بنا دیں، بلکہ اس لیے ان کا ذکر ہوا ہے کہ مسلمان ان کے طرز عمل سے اجتناب کریں۔ مسلمانوں کے لیے اُسوۂ حسنہ بلقیس کی زندگی نہیں ہے، بلکہ رسول اللہؐ اور خلفائے راشدینؓ کی سنت اُسوۂ حسنہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ایمان لانے کے بعد حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے شادی کرنی تھی اور اُسے اُس کی حکومت پر برقرار رکھا تھا۔ تو اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ قرآن کریم میں بلقیس کے ایمان لانے کا ذکر تو آیا ہے۔ (نمل - ۲۲) لیکن شادی کرنے اور یمن کی حکومت پر برقرار رکھنے کا ذکر نہ قرآن میں آیا ہے اور نہ سنت رسولؐ میں آیا ہے۔ امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ لہٰذا یہ خبر صحیح یعنی اس بارے میں کوئی صحیح الاسناد خبر موجود نہیں ہے۔ باقی رہی تاریخ تو اس بارے میں تاریخی روایات تین قسم کی آئی ہیں۔

ایک یہ کہ حضرت سلیمانؑ نے نکاح کے بعد بلقیس کو اپنے پاس شام ہی میں رکھا تھا۔^۱
دوسری یہ کہ نکاح کے بعد اُسے یمن کی حکومت پر واپس لوٹا دیا تھا۔

تیسری روایت یہ کہ حضرت سلیمانؑ نے اس کا نکاح ہمدان کے حکمران تبع سے کر وا کر اُس کے اس شوہر کو یمن کا حاکم بنا دیا تھا۔^۲

امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بلقیس کے بارے میں قرآن کریم میں بیان کردہ قصے سے زائد جو تاریخی روایات آئی ہیں وہ یہودیوں کی پھیلائی ہوئی اسرائیلیات ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسرائیلیات کی بنا پر تو کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہو سکتا جب کہ قرآن و سنت کے احکام ان کے متضاد آئے ہوں۔
فَاقْتُلُوا

^۱ لہٰذا تفسیر قرطبی جلد ۱۳ ص ۲۱۱۔

^۲ لہٰذا تفسیر قرطبی جلد ۱۳ ص ۲۱۰۔

^۳ لہٰذا الکامل لابن الاثیر جلد ۱ ص ۲۳۷ - ۲۳۸ اور البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد ۲ ص ۲۲۔

بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت سیماں نے نکاح کے بعد بلقیس کو اس کی حکومت پر لوٹا دیا تھا تو یہ شریعتِ سلیمانہ کا حکم ہو گا شریعتِ محویہ میں تو یہ ممنوع ہے۔ انبیاء سابقین کی شریعتوں کا جو حکم شریعتِ محمدیہ کے خلاف ہو وہ ہمارے لیے حجت نہیں بن سکتا۔

سہ پس خدا بر ما شریعت ختم کرد بر رسول ما رسالت ختم کرد

۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے فتوے کو سندِ جواز بنانا

بے نظیر کے شیوائی آج کل حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ کے امداد و الفتاویٰ جلد ۵ ص ۹۱، ۹۳، ۹۴ پر درج فتوے کو بڑے زور شور سے اچھال رہے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ جمہوری حکومت میں عورت حکمران بن سکتی ہے اس لیے کہ جمہوری حکومت کی حقیقت مشورہ ہے اور عورت مشورہ دینے کی اہل ہے اور دلیل میں بلقیس کی حکومت کو پیش کیا گیا ہے۔

جواب

یہ فتویٰ حضرت تھانوی نے ۱۳۳۰ھ میں اپنی وفات سے ۳۲ سال قبل دیا تھا۔ اس فتوے میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ فقہانے حدیثِ رسولؐ کی بنا پر ولایتِ الکاملہ یعنی امامتِ کبریٰ (کامل حکومت) کے لیے مرد ہونا شرط قرار دیا ہے، لیکن نظارت (نگرانی) کے لیے مرد ہونا شرط قرار نہیں دیا اور جمہوری حکومت ولایتِ کاملہ (کامل حکومت) نہیں ہوتی بلکہ ایک قسم کی نگرانی اور محض مشورہ ہونا ہے۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ پارلیمانی طرزِ حکومت میں وزیرِ اعظم ولایتِ کاملہ اور ولایتِ عامہ رکھنے والا کامل حکمران ہوتا ہے صرف نگران اور مشورہ دینے والا نہیں ہوتا اسی غلط فہمی کی وجہ سے یہ رائے قائم کی گئی تھی، لیکن متنبہ کے بعد حضرت تھانوی نے اس رائے سے بھی معلوم ہونا ہے کہ رجوع کر لیا تھا۔ کیونکہ مولانا تھانوی کی تفسیر بیان القرآن میں خود تھانوی کی حکمرانی کو مطلقاً ممنوع قرار دیا گیا ہے اور جمہوری وغیر جمہوری کا کوئی فرق بیان نہیں کیا گیا۔

”ہماری شریعت میں عورت کو حکمران بنانے کی ممانعت ہے۔ پس

بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے اقل تو یہ فعلِ مشرکوں کا تھا۔ دوسرے

اگر شریعتِ سلیمانہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرعِ محمدی میں اس کے خلاف

ہوتے ہوئے حجت نہیں لے

امداد الفتاویٰ کی تحقیق مولانا مختاویؒ کی وفات سے ۳۲ سال پہلے کی ہے۔ عمر کے آخری سال میں مفتی محمد شفیعؒ نے احکام القرآن (عربی) کا وہ حصہ حضرت مختاوی صاحب کی خصوصی نگرانی میں لکھا تھا جو ان کے سپرد کیا گیا تھا اور اس میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ:

”محمدؐ کی شریعت میں عورت حکمران بننے کی اہل نہیں ہے اور بلقیس کا

واقعہ کفار کا عمل تھا۔ اس لیے حجت نہیں بن سکتا۔“ منہ

مفتی محمد شفیعؒ نے خود اپنی تفسیر معارف القرآن میں بھی اجماع نقل کیا ہے کہ عورت حکمران نہیں بن سکتی۔ بیان القرآن، احکام القرآن اور معارف القرآن تینوں کی صاف اور غیر مبہم تحریر کیونکہ نظر انداز کر کے حضرت مختاویؒ کے امداد الفتاویٰ والے پڑانے فتوے کو اچھلنا استدلال نہیں ہے بلکہ فتنہ انگیزی ہے، علمی تحقیق نہیں ہے، بلکہ علمی خیانت ہے۔ بلقیس کی حکومت کو امداد الفتاویٰ میں دلیل بنایا گیا تھا۔ لیکن بیان القرآن اور احکام القرآن میں حضرت مختاویؒ نے خود ہی یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ کفار کا عمل تھا اور اگر حضرت سلیمانؑ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شریعتِ حمیدہ میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے حجت نہیں تو آخر اس تو دید صریح کے ہوتے ہوئے امداد الفتاویٰ کے فتوے کو کس طرح جواز کی دلیل قرار دیا جا رہا ہے۔

(باقی)

تصحیح

شمارہ مارچ - ص ۲۲ سطر ۲۰
”وَسَطًا“ کے بجائے ”وَسَطًا“

(ادارہ)